

روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے تزکیہ نفس کے واسطے یہ عبادات لازم پڑی ہوئی ہیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعیہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز -
فرمودہ ۱۹۹۹ء بمطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۹ء ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

ان لوگوں کی نکلتی ہے جو روزے میں کچھ کم کھاتے ہیں۔ جو زیادہ کھانے لگ جاتے ہیں ان کی زکوٰۃ کیا نکلتی ہے ان کے جسم پر اور بھی زکوٰۃ چڑھ جاتی ہے۔ اس لئے یہ احتیاط رکھیں کہ اگرچہ بھوک لگتی تو ہے مگر نسبتاً احتیاط سے کچھ کم کریں۔ غذا کم کریں بدن ہلکا ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ روح بھی ہلکی ہوگی۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں فرض نمازیں ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام گردانوں اور اس سے زائد کوئی عمل نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو سکوں گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہاں! اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم! میں ان کاموں سے زائد کچھ نہیں کروں گا۔

اب یہ ایک بدوی کا خاص اظہار تھا مگر یہ کم سے کم جنت میں داخل ہونے کے لئے فرائض ہیں۔ یہ فرائض ادا کر دیں نوافل اگر نہیں کر سکتے تو نہ بھی کریں تب بھی کم سے کم پر جنت کی ضمانت کی یہ حدیث ہے۔ مگر نوافل سے مرتبے بڑھتے ہیں اور رمضان شریف میں تو نوافل کی بہت ہی ضرورت ہے۔ دوسرے اس کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ رمضان کے روزے رکھنا بھی نوافل ہی ہیں۔ اس نے کہا میں خدا کی قسم اس سے زیادہ نہیں کروں گا مگر رمضان کے روزے رکھ لے تو یہ بھی بڑے نوافل ہیں اور اس سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے درجات میں بہت ترقی ہوتی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہتے ہیں۔ قیامت کے دن روزہ دار اس سے داخل ہوں گے اور ان کے سوا کوئی اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔ پوچھا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں تو وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ ان کے سوا کوئی اس میں سے داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا اور پھر کوئی اس سے (جنت میں) داخل نہ ہو سکے گا۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب الريان للصائمین)

یہ جو ہے ظاہری نقشہ اس کے متعلق خاص طور پر توجہ رکھنی چاہئے کہ جنت تو زمین و آسمان پہ حاوی ہے اس لئے یہ خیال نہ کریں کہ باقاعدہ اوپر جائیں گے اور گیٹ (Gate) لگا ہوگا، اس میں آپ روزہ دار داخل ہونے شروع ہو جائیں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس طرح تمثیل بیان کر کے آپ کے شوق کو ابھارا جائے اور آپ بھی روزہ دار کے طور پر جنت میں داخل کئے جائیں اور روزے سے جیسے طبیعت میں بھوک پیاس وغیرہ کی کوفت ہوتی ہے ریان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سیرابی کرنے والا مضمون ہے جو خواہشات یہاں پوری نہیں کر سکتے وہ جنت میں پوری ہو جائیں گی اس لئے کسی حدیث کو بھی زیادہ لفظاً نہیں لینا چاہئے بلکہ تمثیلات کے طور پر سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "یقیناً جنت میں بالا خانے ہوں گے جن کے اندرون باہر سے اور خارجی حصے اندر سے نظر آتے ہوں گے۔ اس پر ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ حضور! یہ کن کے لئے ہوں گے۔ فرمایا: یہ ان کے لئے ہوں گے جو خوش گفتار ہوں گے، ضرورت مندوں کو کھلانے والے، روزے کے پابند اور راتوں کو جب لوگ سوتے ہوں تو وہ نمازیں ادا کریں"۔ (سنن الترمذی کتاب البر والصلة)

اب یہ بالا خانے کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے یہ تو ایسا نقشہ ہے جس میں عموماً طبیعت جو ہے وہ گھبراتی ہے کہ میں بیٹھا ہوں اندر اور باہر سے مجھے کوئی دیکھ رہا ہو اور اندر سے باہر کی طرف نہ دیکھتا تو بڑا آسان کام ہے، اچھی بات ہے مگر باہر سے اندر کیوں دکھائے جائیں گے۔ اس میں ایک حکمت یہ پوشیدہ ہے کہ مومن کی زندگی میں کوئی کام بھی پوشیدہ نہیں کہ باہر کچھ اور دکھاتا ہو اور اندر کچھ اور دکھاتا ہو۔ دوسرے اس پہلو سے کہ

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله -

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم - بسم الله الرحمن الرحيم -

الحمد لله رب العلمين - الرحمن الرحيم - ملك يوم الدين - إياك نعبد وإياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين -

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ . فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ . وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ . يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ -

(البقره آیت ۱۸۲)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا ہے اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی پوری کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر گزار بنو۔

رمضان شریف کا یہ دوسرا خطبہ ہے اور رمضان ہی کے تعلق میں کچھ احادیث نبوی اور کچھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات میں پیش کرنا چاہتا ہوں مگر اس سے پہلے میں یہ ایک اقرار کرنا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصاب پر عمل در آمد سے محض روحانی شفا ہی نہیں ہوتی بلکہ جسمانی شفا بھی ہوتی ہے اور اگر سہو کی وجہ سے اس پر عملدرآمد کرنے میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو روحانی طور پر تو نہیں مگر جسمانی طور پر اس کی سزا ضرور مل جاتی ہے۔ چنانچہ ایک دو دن پہلے روزہ کشائی کے وقت جلدی میں پانی پی لیا جو سانس کی نالی میں چلا گیا اور اس کی وجہ سے اُٹھو آ گیا۔ وہ کافی سخت اُٹھو تھا۔ اس کا کچھ اثر ابھی تک آواز میں باقی ہے لیکن دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو صحیح فرمادے، ٹھیک فرمادے کیونکہ عدا غلطی نہیں تھی مگر بہر حال جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے عدا نہ بھی ہو تب بھی جسمانی سزا تو انسان کو مل ہی جاتی ہے۔ یہ اس کے بیان کے دو مقاصد ہیں اول یہ کہ احباب دعا میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ رمضان کا مہینہ آرام سے گزار دے، بعد میں بھی آرام سے گزار جائے اور یہ تکلیف جو ہے وہ زیادہ گہری نہ بن جائے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ عیادت کے خط نہ لکھنا شروع کر دیں۔ دعا بہت ہے، دعا مجھے پہنچے گی اور مجھے پتہ ہے ان کے جذبات کیا ہیں۔ مجھ میں تو اللہ نے بیماری برداشت کرنے کا بہت بڑا مادہ رکھا ہوا ہے لیکن احباب میں میری بیماری برداشت کرنے کا بہت کم مادہ ہے اس لئے یہ الٹ قصہ ہے تو آپ مہربانی فرما کر جو دعائیں کریں گے وہی مجھے پہنچیں گی انشاء اللہ ضرور لیکن عیادت کے خط لکھیں گے تو میرا کام بڑھ جائے گا۔ اس لئے مجھے احساس ہے کہ آپ کو احساس ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔

اب میں اس خطبے میں احادیث نبوی سے رمضان کے متعلق کچھ امور آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ یہ روایات اکثر آپ نے رمضان کے ہر مہینہ میں سنی ہوئی ہیں مگر ایک تو یادداشت کو تازہ کرنا مراد ہوتا ہے، ہر رمضان میں دوبارہ سنائی بہتر ہیں اور دوسرے کچھ نئے نئے نچے جو ان ہوتے ہیں، نئے آدمی شامل ہوتے ہیں ان کے لئے بھی ان نصیحتوں کی تکرار فائدہ مند ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہر چیز میں زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ تو روزے سے جسم کی زکوٰۃ نکلتی ہے اور

پڑتے ہیں اُن کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا تعالیٰ اس کے نفس پر شفقت کرے۔“

(البدر جلد اول نمبر ۷، صفحہ ۵۰ تا ۵۲، بتاریخ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۳ء)

یہ جو ظلوماً جھولا کا مضمون آتا ہے قرآن کریم میں کہ آنحضرت ﷺ اپنے نفس پر بے انتہا ظلم کرنے والے اور اس بات سے بے پرواہ تھے کہ اس ظلم کے نتیجے میں آپ کو کیا تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔ یہی مراد ہے۔ پس اللہ آپ پر شفقت فرماتا تھا اور بعض ایسی آیات ملتی ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ تو اپنے نفس کو مشقت میں نہ ڈال۔ اے محمد! تو لوگوں کی خاطر کیوں اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال رہا ہے۔ پس اس پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب اپنے نفس پر شفقت نہیں فرماتے تھے تو اللہ آپ کے نفس پر شفقت فرماتا تھا۔

پھر فرماتے ہیں ”اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے۔ جو شخص روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت درودل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کیلئے روزہ رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔“

(ملفوظات جلد چہارم، صفحہ ۲۵۸، ۲۵۹)

’فرشتے روزہ رکھتے کا محاورہ جو ہے یہ بھی ایک محض ایسا محاورہ ہے جو لفظی طور پر نہیں سمجھنا چاہئے۔ اب فرشتوں نے کیا روزہ رکھنا ہے وہ تو کچھ بھی نہیں کھاتے، خدا سے جو نور اور انرجی پاتے ہیں، خدا تعالیٰ سے جو زندگی کی طاقت پاتے ہیں اسی سے زندہ ہیں۔ تو فرشتے روزہ رکھیں گے کا محاورہ جو ہے یہ محض تحریص کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گویا تمہاری خاطر فرشتوں نے روزہ رکھے۔ پس ایک روزہ تمہارا تو کوئی گیا تو گیا مگر درودل کی بنا پر خدا تعالیٰ کے فرشتے تمہیں دعائیں بھیجیں گے۔

اب اپنے تجربے کے متعلق بیان فرماتے ہیں ”میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔“ (الحکم جلد ۵، نمبر ۳، صفحہ ۵، بتاریخ ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء)۔ یہ مبارک بھی دن ہیں اور مبارک بھی دن ہیں یعنی برکت دینے والے اور متبرک دن۔

”انسان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ حسب استطاعت خدا کے فرائض بجلاوے۔ روزہ کے بارے میں خدا فرماتا ہے وَ أَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے واسطے بڑی خیر ہے۔“ (البدر جلد ۱، نمبر ۷، بتاریخ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)۔ یعنی تمہیں روزہ رکھتے وقت تکلیف کیوں محسوس ہوتی ہے تمہیں پتہ ہونا چاہئے کہ اس میں تمہارے لئے بہت بھلائی مقدر ہے۔ وہ جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی۔

”آنحضرت ﷺ رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تب تل الی اللہ حاصل کرنا چاہئے۔“

(تقاریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء، صفحہ ۲۱، ۲۰)

یعنی صبح سے شام تک یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ روزہ کھلے گا تو کھائیں گے۔ بلکہ زور یہی دینا چاہئے کہ بھوک کے نتیجے میں جو نیکیاں نصیب ہوتی ہیں وہ نیکیاں زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں۔

”روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔“ اب یہ ایک فرق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کر کے دکھایا ہے۔ میرے خیال میں دیگر علماء نے غالباً اس پر لب کشائی نہیں فرمائی یہ کہ نماز روزے سے افضل ہے۔

فرمایا ”روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتی ہے، اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کثوف پیدا ہوتے ہیں۔ مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن روحانی گداز جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شامل نہیں۔“ (البدر جلد اول، نمبر ۱۰، بتاریخ ۸ جون ۱۹۰۵ء)۔ اسی لئے روزانہ پانچ نمازوں کا حکم ہے۔ روزہ تو سال میں ایک دفعہ ایک مہینہ آتا ہے اور کچھ زائد روزے بھی رکھ لیں بے شک تب بھی جو پانچ نمازیں اصلاح کرتی ہیں اور روزانہ صاف کرتی ہیں اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے اور رمضان میں بھی نمازیں نہ پڑھی جائیں تو پھر یہ خالی بھوک پیاس ہی رہ جاتی ہے۔

پھر فرمایا ”خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ عبادت مقرر فرمائے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ صدقات، حج، اسلامی دشمن کا ذب اور دفع ہو، خواہ سیفی ہو، خواہ قلمی۔“ یعنی جہاد خواہ تلوار سے کرنا پڑے یا قلم سے کرنا پڑے۔ ”یہ پانچ عبادت قرآن شریف سے ثابت ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے رہتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں۔ یعنی ایسا نہیں چاہئے کہ آدمی

مومن دوسروں کے حالات پر بھی نظر رکھتا ہے اس پہلو سے یہ بالا خانے ہیں جو دو طرفہ نظارے کے ہیں اور دوسرے وہ جو غلط تصورات ہیں جو تصور کے جو بالا خانوں میں بیٹھے حوروں سے پیار کر رہے ہوں گے یہ نظارہ تو کبھی بھی انسانی فطرت قبول نہیں کر سکتی کہ ساری دنیا تماشا دیکھ رہی ہو۔ اس لئے اس کو بھی لفظی طور پر نہ سمجھیں بلکہ محض یہ ایک عارفانہ کلام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مومن اپنی زندگی میں کسی چیز پر شرمندہ نہیں ہوتا کہ وہ اسے دکھائے تو لوگ اس کے ظاہر و باطن میں فرق محسوس کریں۔

حضرت ابو مسلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رمضان المبارک میں آنحضرت ﷺ کی نماز کی کیفیت کیا ہو کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا رمضان ہو یا غیر رمضان آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس لئے یہ جو خیال ہے ناکہ میں بیس، چالیس چالیس، پچاس پچاس رکعتیں پڑھی جائیں رات کو، یہ نہایت ہی احمقانہ خیال ہے جو سنت سے ہٹ کر ہے۔ ربوہ میں ایک دفعہ ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے اور اپنی نیکی بگھارنے کی خاطر مجھے کہا کہ میں رات روزانہ ایک ہزار رکعتیں پڑھتا ہوں۔ میں نے کہا ہزار رکعتیں نہ کہیں ہزار نگریں مارتا ہوں کہیں کیونکہ ہزار رکعتوں میں تو کچھ بھی سمجھ نہیں آسکتی کچھ پڑھ ہی نہیں سکتے آپ۔ مگر بہر حال ان کو اصرار تھا کہ میں بہت بزرگ انسان ہوں۔ آنحضرت ﷺ سے زیادہ بزرگ اور کون ہو سکتا ہے۔ پس آپ گیارہ نفل پڑھا کرتے تھے جس میں وتر شامل ہے۔ وتر سے پہلے دو رکعتیں اور پہلے چار دو رکعتیں اس کے علاوہ ہوتی تھیں۔ فرمایا چار رکعت اس طرح پڑھتے تھے کہ تو ان کے حسن و طوالت کے بارہ میں نہ پوچھ۔ پھر چار رکعت اس طرح پڑھتے کہ تو ان کے حسن اور طوالت کے متعلق نہ پوچھ۔ اس کے بعد آپ تین رکعت پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری باب قیام النبی ﷺ باللیل)

اس حدیث سے یہ تاثر ملتا ہے کہ چار چار رکعتوں کے نوافل ہو کرتے تھے مگر دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ دو دو رکعت کے نوافل ہو کرتے تھے تو یہ تھوڑا سا اشتباہ ہے مگر عام سنت پر یہی عمل ہے کہ دو دو رکعتوں کے نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ تراویح میں بھی دو دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔

حضرت ابو سعید الخدری سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو بندہ اللہ تعالیٰ کے رستے میں اس کا فضل چاہتے ہوئے روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے اور آگ کے مابین ستر (۷۰) خریف کا فاصلہ پیدا کر دیتا ہے۔ (سنن الدارمی)۔ اب یہ بھی ایک محاورہ ہے ستر خریف۔ اصل میں خریف، سرما اور گرما کے درمیانی زمانہ کو کہتے ہیں۔ جیسے سخت سردی ہو اور سخت گرمی ان دونوں کے درمیان کوئی ملاپ نہیں ہوتا اور ستر گنا زیادہ اس سے بھی فاصلہ پیدا کر دیتا ہے، یہ مراد ہے۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ عرب میں راتیں نسبتاً ٹھنڈی ہو جاتی تھیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ گرم ملک ہے اس لئے راتیں بھی گرم ہوگی بعض دفعہ بدورات کو سوتے ہیں تو بیس (۲۰) ڈگری تک ٹمپریچر گر جاتا ہے کیونکہ ریت میں یہ خوبی ہے کہ جو گرمی جذب کرتی ہے وہ جلدی نکال بھی دیتی ہے اور بڑی تیزی کے ساتھ رات کو ٹمپریچر گرا کر شروع ہوتا ہے۔ پس اس پہلو سے جن کو یہ تجربہ ہو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ستر خریف کا جو فاصلہ ہے یہ کیا تحریص پیدا کرتا ہو گا مومنوں کے دل میں۔

اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ حوالہ جات آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ ”وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تلاش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ تکلفات کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس تکلف کی رُو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔“ ایسے لوگ ہم نے دیکھے ہیں کہ واقعتاً بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی کوئی حقیقی وجہ نہیں ہوتی، کوئی شرعی عذر نہیں ہوتا مگر سمجھتے ہیں ہم بیمار ہیں۔

پھر رمضان کے روزے نہیں رکھتے۔ اب میں چونکہ رمضان کے روزوں پر زور دے رہا ہوں اس لئے اب بہت سے ایسے مریض مل رہے ہیں جو پہلے نہیں رکھا کرتے تھے مگر اب خدا کے فضل سے رکھنے شروع کر دئے ہیں اور ان کا بیان یہ ہے کہ پہلے سے ہم بہتر ہیں۔ جب نہیں رکھتے تھے اس وقت صحت اتنی اچھی نہیں تھی جب رکھنے کے بعد اب ہم نے تجربہ کیا ہے تو صحت پہلے سے بہتر ہو گئی ہے۔“..... خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے۔“ جس کو درد ہو کہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا اس کو نہ رکھنے کے باوجود زیادہ ثواب بھی مل جاتا ہے جو درد کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ درد دل ایک قابل قدر شے ہے، جیلہ جو انسان تاویلوں پر تکلیف کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکلیف کوئی شے نہیں۔ جب میں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے (کشف میں) ملا۔“ طائفہ معنی گروہ۔“ اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے، اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اُسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ ہیں کہ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں۔ اس لئے خدا ان کو دوسری مشقتوں میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں۔“ یعنی جن بیماریوں کا عذر رکھتے ہیں واقعتاً ویسی بیماریاں اور اس سے شدید بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔“ اور دوسرے جو خود مشقت میں

ہمیشہ روزے ہی رکھتا ہے بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ نفلی روزہ کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے۔“

(”البدن“ جلد ششم، نمبر ۳۳، بتاریخ ۲۳ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ”حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا پھر رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ بخشے نہ گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور گناہ بخشے نہ گئے۔“ (الحکم ۲۹ فروری ۱۹۰۵ء)

یہ دونوں امور ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ جس کے والدین بوڑھے اس کے سامنے موجود ہوں اور ان کی خدمت کا حق ادا نہ کرے۔ بعض بد نصیب لوگ اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کا حق ادا نہیں کرتے تو اس کے نتیجے میں یہ ایک ایسی محرومی ہے کہ گویا انہوں نے زندگی ضائع کر دی اور بخشے نہ گئے۔ دوسرے رمضان جب آتا ہے روزے گزر جائیں تو رمضان سے اتنا استفادہ ضروری ہے کہ انسان اس پر بخشا جاسکے۔

بعض لوگ اپنے بوڑھے ماں باپ کو اپنے لئے باعث شرم بھی سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ پرانے زمانے کے لوگ ہیں اور اگر خدا نے دنیا میں مال و وجاہت دی ہو تو انسان سمجھتا ہے کہ اگر یہ پتہ لگ جائے لوگوں کو کہ یہ بڑھا پرانے زمانے کے کپڑوں میں ملبوس پرانی طرز کا آدمی یہ میرا باپ ہے تو مجھے شرمندگی ہوگی۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تہنید فرمائی ہے کہ باپ تمہارا ہے تمہیں دنیا کی غرض سے کیا غرض ہے۔ تمہیں ضرور چاہئے کہ اس کی خدمت کرو اور جنت کو حاصل کرو۔ ایک قصہ آتا ہے ایک بچے کا جو کسی کا پوتا تھا اس نے ایک جگہ پرانے کپڑے جمع کئے ہوئے تھے، بہت گندے چیتھڑے تو اس کے ابا نے کہا تم اتنے امیر آدمی کے بچے ہوتے پرانے چیتھڑے کیوں اکٹھے کئے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا اس لئے کہ آپ اپنے ابا کو پرانے چیتھڑے دیتے ہیں تو یہ میں نے آپ کے لئے اکٹھے کئے ہیں جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو میں آپ کو بھی یہ پرانے چیتھڑے دیا کروں گا۔ تو یہ ایک سبق آموز لطفہ ہے، لطفہ کیا ہے دردناک واقعہ ہے۔ واقعتاً ایسا ہی ہونا چاہئے کہ اپنے باپ کو خواہ وہ کسی حالت میں ہو اس کا ادب سے سلوک کرے۔ قرآن کریم میں تو آیا ہے کہ ماں باپ اگر بوڑھے ہو جائیں تو ان کی کسی بات پر جس پر طبعاً افسوس ہونا چاہئے اُف بھی نہیں کہنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری اقتباس یہ ہے۔ آج خطبہ بے شک چھوٹا ہو مگر طبیعت کی کچھ تھوڑی سی خرابی کی وجہ سے اگر چھوٹا بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ”صلوٰۃ کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اس کے بعد روزے کی عبادت ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانے میں بعض مسلمان کہلانے والے ایسے بھی ہیں جو کہ ان عبادات میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ سے آگاہ نہیں ہیں۔ تزکیہ نفس کے واسطے یہ عبادات لازمی پڑی ہوئی ہیں۔ یہ لوگ جس عالم میں داخل نہیں ہوئے اس کے معاملات میں بہبود دخل دیتے ہیں اور جس ملک کی انہوں نے سیر نہیں کی اس کی اصلاح کے واسطے جھوٹی تجویزیں پیش کرتے ہیں۔“

اب ملک دیکھا ہی نہیں تو کیا پتہ اس میں کیا ہے، کیا نقشہ ہے اس کا۔ تو گھر بیٹھے اس کے متعلق اصلاحی تجویزیں پیش کریں۔ ایک ہمارے وہاں قادیان میں ایک صاحب ہوا کرتے تھے کافی بڑے بوٹے اور ان کی عادت تھی کہیں مارنے کی، ایسی جگہیں جہاں کبھی بھی نہیں گئے وہاں کی باتیں وہ سنایا کرتے تھے۔ تو بچے ان کی اس عادت کی وجہ سے لطفہ کے طور پر ان کے پاس بیٹھ کے سنا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے انگلستان کا سفر اپنا شروع کیا کہ انگلستان میں اس طرح پھر اور اس طرح پھر۔ اور ان کا نام محمود تھا تو ایک موقع پر کوئٹہ گزر رہی تھی تو کیلا کھا رہی تھی رستے میں، اس نے مجھے دیا کیلا کہ ”لے محمود کیلا کھالے“۔ اس قسم کے لطفے ان کے ہوتے تھے۔ تو نقشہ کا جہاں تک تعلق ہے انہوں نے ایک دفعہ سفر شروع کیا تو اس زمانے میں چینل تو تھی مگر چینل کے نیچے گاڑی نہیں جاتی تھی۔ تو وہ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے سیدھا فرانس پہنچ گئے۔ تو کسی نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب، ڈاکٹر صاحب کہتے تھے ان کو۔ ڈاکٹر صاحب یہ آپ نے نقشہ کیوں بدل دیا ہے، یہ چینل رستے میں آتی ہے، گاڑی کس طرح اوپر سے گزر گئی تو انہوں نے کہا یہی تو تم لوگوں کی بیوقوفی ہے۔ ہندوستانیوں سے انگریزوں نے اپنے ملک کی چیزیں چھپائی ہوئی ہیں اور تمہارے ملک کے سارے راز معلوم کر لئے ہیں اسی لئے تم پر حکومت کرتے ہیں تو وہ حاضر جواب بھی بڑے تھے اور اس قسم کے لطفے ہوتے رہتے تھے ان کے، مگر دخل وہاں دیا جس ملک کی سیر نہیں کی۔

اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ”اور جس ملک کی انہوں نے سیر نہیں کی اس کی اصلاح کے واسطے جھوٹی تجویزیں پیش کرتے ہیں۔ ان کی عمریں دنیوی دھندوں میں گزرتی ہیں، دینی معاملات کی ان کو کچھ خبر ہی نہیں۔ کم کھانا اور بھوک برداشت کرنا بھی تزکیہ نفس کے واسطے ضروری ہے اس سے کشفی طاقت بڑھتی ہے۔ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔ بالکل ابدی زندگی کا خیال چھوڑ دینا اپنے اوپر قہر الہی کو نازل کرنا ہے۔ مگر روزہ داز کو خیال رکھنا چاہئے کہ روزے سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہئے۔ بد نصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو تقویت ملتی ہے ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے اور اس سے روحانی قوت تیز ہوتے ہیں۔ خدا سے فیض یاب ہونا چاہو کہ تمام دروازے اس کی توفیق سے کھلتے ہیں۔“ (تقاریب جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۰، ۲۱)

